ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 03 No. 02. April-June 2025.Page#.2303-2318
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Women's Rights in Islam and Guidance from the Prophetic Seerah: A Research Analysis

اسلام میں عورت کے حقوق اور سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی: ایک تحقیقی جائزہ

Asma Jabeen
Scholar (MPhil), Department of Islamic Studies
Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan
Associate Professor Dr. Naseem Akhter
Department of Islamic Studies
Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan
khtr_nsm@yahoo.com

Abstract

This research article offers a detailed analytical exploration of the rights and status of women in Islam in the light of the noble Seerah of Prophet Muhammad ﷺ. Contrary to prevalent misconceptions, the study highlights how Islam, from its inception, granted women unparalleled dignity, social standing, and rights in various spheres of life, including spiritual, intellectual, social, economic, and political domains. Drawing upon over twenty authentic Islamic sources, including the Qur'an, Hadith, and classical works of Islamic scholarship, the article examines the Prophetic model as the ideal standard for women's empowerment and protection. By analyzing the Prophet's ﷺ personal treatment of women, whether as daughters, wives, mothers, or members of society, the study presents a balanced and historically grounded understanding of women's position in Islam. The research also addresses contemporary issues and critiques through the lens of the Seerah, reinforcing that the Islamic perspective is rooted in justice, honor, and equality. This work contributes to correcting misinterpretations and reasserts the relevance of the Prophetic example in modern discourse on women's rights.

Keywords: *Women's Rights in Islam, Seerat-un-Nabi Islamic Feminism, Role of Women in the Prophet's ﷺ Life, Qur'an and Women, Hadith Studies, Prophetic Model of Justice, Islamic Social Justice, Gender Equity in Islam, Women's Empowerment in Seerah*

تعارف:

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز بشمول زمین و آسمان، درخت و پتھر، چرند و پرند، پانی، ہوا اور دیگر مخلوقات کو انسان کے لیے پیدا فرمایا، اور انسان کو اپنی عبادت و بندگی کے عظیم مقصد کے لیے وجود بخشا۔

﴿وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾[1]

"اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا"۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور پھر حضرت حوا علیھا السلام سے ان کو سکون اور اطمینان عطا کر دیا۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا﴾[2]

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا﴾[3]

"اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمھاری جنسوں میں سے تمھارے لئے عورتیں بنائیں جو (شرعی نکاح کے بعد) تمھاری بیویاں بنتی ہیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو"۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پھیلایا۔ ارشاد فرمایا

﴿وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً﴾[4]

"اور ان (آدم اور حوا) سے بہت سے مرد اور عورت پھیلا دیے ہیں"۔

عورت کے لیے قرآنی اصطلاح اور مقام:

قرآن و سنت میں عورت کو "نساء" کے عنوان سے مخاطب کیا گیا ہے، جو "امرأة" کا جمع ہے۔ قرآن و سنت میں عورت کے مقام و کردار کو نہایت اہمیت دی گئی ہے، خاص طور پر سورۃ النساء میں اس کے حقوق، تحفظ اور معاشرتی حیثیت کا واضح ذکر موجود ہے۔ اسلام نے عورت کے ساتھ حسن سلوک، عزت، اور رواداری کا درس دیا ہے۔[5]

چونکہ عورت فطری طور پر مرد کے مقابلے میں جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہے، اس لیے اسے ہمیشہ مرد کی سرپرستی کی ضرورت رہی ہے۔ لیکن انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں اسے استحصال، ظلم اور جبر کا نشانہ بنایا گیا؛ کہیں اسے مالِ تجارت سمجھا گیا، کہیں اسے قتل کر دیا گیا، کہیں زندہ دفن کر دیا گیا، اور کہیں اس کی عزت و حرمت کو پامال کیا گیا۔

تاریخ میں عورت کی مظلومیت

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ عورت ہر قوم اور ہر تہذیب میں مظلوم رہی۔ یونان، مصر، عراق، ہند، چین اور عرب کے معاشروں میں عورت کو جانوروں سے بدتر سلوک کا سامنا کرنا پڑا۔ اہل عرب لڑکیوں کے وجود کو باعث عار سمجھتے اور بعض سنگدل اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے۔ ہندو معاشرے میں شوہر کی موت کے بعد بیوی کو اس کی چتا پر زندہ جلا دیا جاتا تھا۔[6]

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام وہ دین ہے جس نے عورت کو عزت و وقار عطا کیا، معاشرے میں زندہ رہنے کا حق دیا اور اس کے حقوق متعین کیے۔ قرآن کریم نے عورت کو مرد کے لیے سکون و اطمینان کا ذریعہ قرار دیا۔ اگر کوئی مرد عورت پر ظلم کرے تو وہ دراصل اپنے سکون اور اطمینان کو برباد کرتا ہے۔۔

﴿وَ مِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَ جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً١ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ۔[7]

"اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان کی طرف آرام پاؤ اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھی۔ بے شک اس میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں"۔

قرآن ہی تو ہے جس نے پہلے یہ اعلان کیا کہ مرد عورت ایک نسل سے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾[8]

"اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا"

اسلام ہی تو ہے جس نے عورت کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا اور اس کو انسانیت کے مقام رفیع پر فائز کیا اور اعلان کیا کہ اخلاق و روحانیت کے بلند مراتب میں بڑھنے کے لئے شریعت کے دروازے مردوں کی طرح عورتوں پر بھی کھلے ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّـــةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْـــرًا﴾۔[9]

" اور جو کوئی نیک اعمال کرے گا (خواہ) مرد ہو یا عورت درآنحالیکہ وہ مومن ہے پس وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی تِل برابر (بھی) حق تلفی نہیں کی جائے گی"۔

اور اسلام ہی تو ہے جس نے یہ فیصلہ سنایا کہ عورت کے بھی حقوق ہیں صرف فرائض نہیں (ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف) اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسا کہ دستور کے مطابق مردوں کے عورتوں پر ہیں۔[10]

سیرت نبوی ﷺ میں ہمیں عورت کے حقوق و مقام کے وہ تمام اصول و ضوابط ملتے ہیں جو اس کی عزت و وقار اور تحفظ کو یقینی بناتے ہیں۔ یہ تحقیقی جائزہ اسی مقصد کے تحت پیش کیا جا رہا ہے کہ سیرت کے روشنی میں عورت کے مقام کو اجاگر کیا جائے اور بتایا جائے کی آج کے دور کے فکری، معاشی اور تہذیبی مسائل کا حل کس طرح سیرت نبوی ﷺ سے ممکن ہے۔

عورت کا مقام دور جاہلیت میں:

اسلام سے پہلے کا زمانہ "دورِ جاہلیت" کے نام سے جانا جاتا ہے، جو عورت کے لیے ذلت، محرومی اور ظلم و ستم کا دور تھا۔ مختلف اقوام اور تہذیبوں میں عورت کو کمتر تصور کیا جاتا اور اس کے بنیادی انسانی حقوق بھی سلب کر لیے گئے تھے۔ اسے ایک بے اختیار شے سمجھا جاتا تھا جس کا نہ وقار تھا اور نہ کوئی سماجی حیثیت۔

یہودیت میں عورت:

یہودیت میں عورت کی کوئی بلند حیثیت نہیں تھی۔ اگر خاندان میں بیٹے موجود ہوں تو عورت وراثت سے محروم رہتی۔ یہودی معاشرے میں عورت کو برائی اور گناہ کا سرچشمہ قرار دیا گیا۔[11]

مرد کی لونڈی: یہودی تاریخ اخلاقی زوال کا شکار رہی، جہاں عورت مرد کی کنیز یا خدمت گزار سمجھی جاتی۔ بائبل میں شوہر کو "بعل" یعنی مالک اور بیوی کو "بعولہ" یعنی منقولہ جائیداد کہا گیا ہے۔[12]

غلطیوں کا سرچشمہ: یہودی تعلیمات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کا سبب حوا قرار پائیں، اور اس کے بعد سے عورت کو گناہ اور برائی کا منبع سمجھا جانے لگا۔ "انسائیکلوپیڈیا آف جیوش" میں بیان ہے کہ عورت مرد کی محکوم اور مملوکہ ہے اور اس پر مرد کی کامل حاکمیت ہے۔[13]

مرد کا تصرف: یہودیت میں یہ سمجھا گیا ہے کہ مرد شریف الطبع اور صالح ہے لیکن عورت چالاک ہے مرد کو حاکمیت اور اقتدار حاصل ہونے کی وجہ یہودیت میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت تو اسے جو گناہ سرزد ہوا تھا اس کی پاداش میں عورت کو حمل اور ولادت کے تکلیف وہ مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ اسی وجہ سے وہ کمزور اور ناتواں گردانی گئی ہے۔ اور کئی ات میں عورت کی حیثیت اور وجود کو غیر ضروری اور نااہل قرار دیا گیا ہے۔[14]

سید سلیمان علی ندوی لکھتے ہیں کہ عورت پر مرد کو مکمل حاکمیت حاصل تھی۔ یہودیت میں عورت ایک بھائی کے مرنے کے بعد دوسرے بھائی کی ملکیت ہو جاتی تھی اور وہ جس طرح چاہتا تھا اس سے معاملہ کرتا تھا یہاں تک کہ عورت کی مرضی کو اس میں کوئی دخل بھی نہ تھا۔[15]

عورت کے بارے میں تالمود کا بیان: یہودیوں کی مذہبی کتاب "تالمود" میں غیر یہودی عورتوں کی توہین کرتے ہوئے کہا گیا کہ اگر کوئی یہودی کسی غیر یہودی عورت کے ساتھ بدفعلی کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ وہ جانور کے برابر ہے۔ اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ہر طرح استعمال کر سکتا ہے کیونکہ بیوی قصاب سے خریدے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کی مانند ہے۔

یہودی تعلیمات میں عورت کو اس قدر حقیر سمجھا گیا کہ عہد نامہ قدیم میں لکھا ہے:

"اللہ کے نزدیک جو محبوب ہے وہ عورت سے بچنے والا ہے۔ ہزار مردوں میں شاید ایک اللہ کو پسند آئے لیکن عورتوں میں ایک بھی ایسی نہیں جو اللہ کو محبوب ہو۔"۔[16]

یہودی مذہب میں عورت کی حیثیت کو عموماً کمتر تصور کیا گیا ہے، اور مذہبی متون میں اس سے متعلق بعض تحقیر آمیز تصورات پائے جاتے ہیں، جن سے اس کے مقام و وقار کو نقصان پہنچا ہے۔ قدیم صحائف میں بعض ایسے اقوال منقول ہیں جن میں عورت کو ناپسندیدہ قرار دیا گیا، حتیٰ کہ بعض مقامات پر یہ تاثر ملتا ہے کہ مردوں میں تو خدا کے پسندیدہ افراد موجود ہو سکتے ہیں، لیکن عورتوں میں ایسا کوئی مقام نہیں پایا جاتا۔ ان نظریات نے صدیوں تک عورت کے سماجی مقام پر منفی اثرات مرتب کیے۔[17]

یہودی مذہبی روایات میں عورت کے مقام سے متعلق متعدد ایسے نظریات پائے جاتے ہیں جن سے اس کی حیثیت کو کم تر سمجھا گیا۔ بعض روایات میں عورت کو ایسی مخلوق قرار دیا گیا ہے جو مرد کو روحانی بلندی سے محروم کر سکتی ہے۔ تاہم یہ تصور اس حقیقت سے صرفِ نظر کرتا ہے کہ عورت ہی وہ ہستی ہے جو نسل انسانی کی پرورش و بقاء کا ذریعہ ہے، اور ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کی صورت میں معاشرے کا ایک ناگزیر اور قابلِ احترام رکن ہے۔[18]

اسلام نے عورت کو عزت و تکریم عطا کی، اور تمام رشتوں میں اس کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ اس کے برعکس یہودی روایات میں عورت کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا گیا۔ جیسا کہ چوہدری غلام رسول کے مطابق، یہودیت میں عورت نہ صرف وراثت سے محروم رکھی گئی بلکہ شادی سے پہلے اس کی کمائی والدین کی ملکیت اور شادی کے بعد شوہر کی ملکیت تصور کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض روایات میں باپ کی بیویاں بھی بیٹے کی وراثت میں شامل کر دی جاتی تھیں، جو عورت کی حیثیت کو مزید مجروح کرتی ہے۔[19]

عیسائیت میں عورت:

عورت عیسائی علماء کی آراء میں:

عورت عیسائی علماء کی آرا میں: عیسائیت میں عورت کو بہت ہی پست مقام دیا گیا ہے

ان کے نزدیک گناہ عورت کے ذریعے ہی دنیا میں آیا ہے۔[20]

عیسائیت میں عورتوں کے بارے میں دو نظریے

عیسائیت میں عورت کے بارے میں دو مختلف زاویہ ہائے فکر پائے جاتے تھے۔ پہلا نظریہ مریم پرستی کا مظہر تھا، جس کی رو سے عورت کو عزت کا مقام حاصل ہوا۔ دوسرا نظریہ قرون وسطیٰ کے اُس رواج سے جڑا تھا، جس میں عورت کی حمایت اور حفاظت کو شجاعت کا لازمی جز تصور کیا جاتا تھا۔ ابتدائی عیسائی دور میں جبکہ عالم اور جاہل سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کی تعظیم کرتے تھے، کلیسا نے عورت کو معاشرتی طور پر رد کر دیا۔ پادریوں نے عورت کو فتنے، شر انگیزی اور فساد کا محور قرار دیا۔

عیسائیت کے مشہور مفکر ٹرٹلین نے عورت کو یوں بیان کیا:

"عورت شیطان کا دروازہ ہے، وہی ہے جس نے آدم علیہ السلام کو ممنوعہ پھل کھلایا، وہی قانونِ الٰہی کی نافرمان اور انسانی بگاڑ کی ذمہ دار ہے۔"[21]

کتابِ مقدس بائبل میں حضرت آدم و حوا علیہم السلام کے واقعے کو اس طرح بیان کیا گیا کہ عورت کی فطرت کو مسخ کیا گیا۔ ٹرٹلین عورتوں سے مخاطب ہو کر لکھتا ہے:

"عورتو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تم میں سے ہر ایک حوا ہے؟ تم اب بھی اُس لعنت کی حامل ہو جو خدا نے تمہاری جنس پر کی تھی۔ تم شیطان کا راستہ ہو، تم نے آسمان سے خدا کی شبیہ، یعنی مرد کو، گرا دیا۔"[22]

ایک اور عیسائی مفکر نے عورت کے بارے میں کہا:

"میں نے عورتوں میں عصمت تلاش کی، مگر وہاں مجھے عصمت کا نشان تک نہ ملا۔"[23]

لیکی، جسے عیسائیت میں ممتاز حیثیت حاصل ہے، کہتا ہے:

"عورت ایک ناگزیر شر، ایک قدرتی دامِ فریب، ایک دلکش فتنہ، ایک ہلاکت خیز سحر اور ایک خوبصورت آفت ہے۔"[24]

عیسائی معاشرہ میں عورت:

یہودیت اور عیسائیت دونوں میں عورت کو کمزور، محکوم اور مرد کی مطیع سمجھا جاتا تھا۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں کہ جیسے یونانی اساطیر میں عورت پانڈورا کو تمام مصائب کی جڑ سمجھا گیا، ویسے ہی عیسائی اور یہودی معاشروں میں عورت کو ہر گناہ کی ذمہ دار ٹھہرایا گیا۔[25]

مسیحی قوانین کے مطابق عورت مکمل طور پر مرد کے اختیار میں تھی۔ نہ طلاق کا حق حاصل تھا اور نہ خلع کا۔ زوجین کے تعلقات کتنے ہی کشیدہ کیوں نہ ہو جائیں، وہ ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہنے پر مجبور تھے۔ شوہر کی وفات کے بعد بیوی کا نکاحِ ثانی کرنا یا بیوی کے مرنے پر شوہر کی دوسری شادی کرنا، کلیسا کے نزدیک ہوس پرستی اور شہوت کی غلامی سمجھی جاتی تھی۔ نتیجتاً معاشرہ بے حیائی اور بدکاری میں ڈوب گیا۔[26]

ہندومت میں عورت:

ہندومت میں عورت: ہندو دھرم میں عورت کی کوئی عزت نہ تھی اور وہ ظلم و ستم کا شکار رہی۔ تحقیقی شواہد کے مطابق ہندوستانی معاشرہ عورت کو ذلت آمیز زندگی گزارنے پر مجبور کرتا تھا۔

گناہ کا منبع قرار: "تجلیاتِ سیرت" میں لکھا ہے کہ عورت کو گناہوں کا سرچشمہ، عبادت کی راہ میں رکاوٹ، اور بدکاریوں کا منبع قرار دیا جاتا تھا۔ منو نے کہا:

"عورت کا وجود سر تا پا فریب اور بُری خواہشات کی آماجگاہ ہے، اس پر سختی لازم ہے اور اُسے کبھی آزاد نہیں چھوڑنا چاہیے۔"[27]

ابنِ بطوطہ کے سفر نامے کے مطابق ہندو بیوہ اگر اپنے شوہر کے ساتھ زندہ جل جاتی تو اُس کے خاندان کو عزت دی جاتی، ورنہ بیوہ ذلت اور محرومی کا شکار رہتی۔ مذہبی تعلیمات سے بھی عورت کو محروم رکھا گیا اور شوہر کی خوشنودی کو عورت کے لیے نجات کا واحد ذریعہ سمجھا گیا۔[28]

مذہبی تعلیمات کی ممانعت: ہندو مذہب میں عورت کی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد ثانی لکھتے ہیں کہ ہندوستانی قانون اور مذہبی کتب میں مرد (شوہر) ہر طرح سے مضبوط و باوقار حیثیت کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ عورت کے لئے مذہبی تعلیمات کی ممانعت تھی مرد و عورت کے لیئے نجات کے راستے بھی الگ الگ تھے۔ مرد اپنے زور بازو سے نجات کا راستہ پکڑ سکتا ہے مگر عورت کے لیئے نجات کا واحد راستہ شوہر کی خوشنودی ہے۔ وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ وہ براہ راست نجات حاصل کر سکے ۔[29]

عورت کے تقدس کی پامالی : قدیم ہندو معاشرے میں بعض ادوار میں مذہبی مقامات کے تقدس میں کمی واقع ہوئی، جس کے نتیجے میں بعض غیر اخلاقی رجحانات نے فروغ پایا۔ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض عبادت گاہوں میں مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کی اجازت دی گئی، جس سے ان مقامات کی روحانی فضا متاثر ہوئی۔

ایس ایم شاہد اپنی کتاب "تعارفِ مذاہب" میں لکھتے ہیں کہ بعض ہندو روایات میں دیوداسیوں (مندر کی خدمت گار عورتوں) کا تصور پایا جاتا تھا، جنہیں مذہبی رسومات کی آڑ میں بعض اوقات پجاریوں اور یاتریوں کی خدمت کے لیے وقف کر دیا جاتا۔ بعض پروہت لوگوں کو اس بات پر آمادہ کرتے کہ اگر وہ اپنی بیٹی کو دیوتاؤں کے لیے وقف کریں گے تو انہیں روحانی انعام حاصل ہو گا۔ نتیجتاً، بعض راجے اور امراء نے اپنی بیٹیاں مندروں کے لیے مخصوص کر دیں۔

یہ رویے ایک مخصوص تاریخی و سماجی پس منظر رکھتے تھے، جن پر وقت کے ساتھ مختلف اصلاحی تحریکوں نے تنقید کی اور بہت سے مذاہب نے اس طرح کے غیر اخلاقی رجحانات کے خاتمے کی کوشش کی۔[30]

بدھ مت میں عورت:

عورت کی تحقیر: بدھ مت میں بھی عورت کو وقعت نہ ملی۔ حافظ محمد ثانی لکھتے ہیں:

"جیسے پانی میں مچھلی کی عادات ناقابلِ فہم ہیں، ویسے ہی عورت کی فطرت بھی ہے۔ اس کے پاس چوروں جیسے حربے ہیں اور سچائی اس کے قریب نہیں پھٹکتی۔"[31]

رشید احمد صاحب اپنی کتاب تاریخ مذاہب میں بدھ مذہب کی تعلیمات کو بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ "گوتم بدھ کی تعلیمات میں بت پرستی کی ممانعت خاص طور پر اہم ہے اور اس سے بھی زیادہ اہم ذات پات کی تفریق دور کرنا ہے۔ گوتم بدھ کی ذات پات کی تفریق مٹانے کی کوشش سے یہ نتیجہ نہیں اخذ کرنا چاہیے کہ وہ معاشرہ میں کامل مساوات قائم کرنے کے خواہاں تھے اور تمام بنی نوع انسان کو مساوی درجہ دیا جانے کے متمنی تھے۔[32]

حافظ محمد ثانی کے مطابق، بدھ مت کے عقیدے میں عورت کو روحانی ترقی اور نجات کے راستے میں ایک رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔ اس مذہب کی تعلیمات کے مطابق، عورت سے دور رہنا مکتی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے، کیونکہ وہ مذہبی فرائض کی انجام دہی میں مانع تصور کی جاتی ہے۔ گوتم بدھ نے اپنے پیروکاروں کو ہدایت کی تھی کہ اگر وہ حقیقی نجات چاہتے ہیں تو انہیں عورتوں سے تعلقات ترک کر دینے چاہئیں۔ خود بدھ نے بھی اپنی پیاری بیٹی کو چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لیا تھا۔[33]

تحقیق سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ بدھ مت میں عورت کو معاشرتی طور پر کم تر اور حقارت آمیز نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس مذہب کی تعلیمات کے مطابق، عورت کو فریب اور مکر کا مرکز سمجھا گیا ہے، جس طرح چور دھوکے سے کام لیتے ہیں، اسی طرح عورت بھی کسی بھی وقت نقصان پہنچا سکتی ہے۔

بدھ مت کے عقائد میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ عبادت اور روحانی ترقی کے لیے عورت سے دور رہنا ضروری ہے، کیونکہ وہ مذہبی راستے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ عورت کو نجات پانے میں سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیا گیا ہے، اور بدھ مت کے پیروکاروں کو ہدایت کی گئی کہ اگر وہ حقیقی آزادی چاہتے ہیں تو انہیں عورتوں سے تمام تعلقات ترک کر دینے چاہئیں۔ خود گوتم بدھ نے بھی اپنی بیٹی کو چھوڑ کر تنہائی اختیار کر کے اس اصول پر عمل کیا تھا۔[34]

عرب معاشرہ میں عورت:

اسلام سے قبل عرب معاشرہ عورت کے معاملے میں شدید پستی کا شکار تھا۔ عورت کو صرف مرد کی خواہشات پوری کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ بچیوں کو ذلت کی علامت جان کر زندہ در گور کر دیا جاتا۔۔[35]

دختر کشی کی ابتدا: ڈاکٹر حافظ محمد ثانی لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں دختر کشی کی رسم عام تھی اور تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ابتداء قبیلہ بنو اسد کے امراء سے شروع ہوئی تھی اور اس کی نقل میں بنو ربیعہ، بنو کفیلہ اور بنو تمیم کے بڑے لوگوں نے بھی اسے اختیار کر لیا۔ اور اس کی تقید بعد میں نچلے طبقات کے خاندانوں میں بھی فروغ پا گئی سب سے پہلا شخص جس نے اپنی بیٹی کو زندہ در گور کیا تھا وہ قیس بن عاصم تھا۔[36]

قتل اولاد سے منع: اللہ تعالی نے اولاد کشی سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَ كُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خطا كبيراً ﴾[37]

"اور اپنی اولاد کو تل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے"۔

عرب معاشرہ کی حالت اتنی بگڑی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ جب آپ ان لوگوں سے بیعت لیں تو یہ بات بھی بیعت لیتے وقت ان سے کہیں کہ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ ﴾[38]

"(اے نبی ان سے وعدہ لیں) اور وہ اپنی اوالاد کو قتل نہ کریں"۔

سورۃ انعام میں ارشاد خداوندی ہے۔

﴿قُلْ تَعَالَوْا اتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمُ الْأَنْشرِ كُوَابه شَيْئًا وَبِالوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ خَشْيَةِ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّا هُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَ صَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴾[39]

"تم فرماؤ میں تم کو پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمھارے رب نے حرام کیا ہے۔ یہ کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی ہیں۔ اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی انہیں ناحق نہ مارو یہ تمہیں حکم فرمایا ہے کہ تمہیں عقل ہو"۔

بچی کی پیدائش پر کفار کی حالت : اسلام سے قبل عرب معاشرہ جاہلیت میں اتنا ڈوبا ہوا تھا کہ ان کے ہاں جب لڑکی پیدا ہوتی تو یہ خبر سن کر ان کے منہ کالے پڑ جاتے یعنی جس کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی وہ خوشی کے برخلاف غم اور پریشانی میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ قرآن کریم نے بھی اسے بیان فرمایا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

القرآن الکریم میں جاہلی معاشرے کی ایک المناک حقیقت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

" اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی پیدائش کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم کے مارے گھٹنے لگتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس بری خبر کی وجہ سے، سوچتا ہے کہ آیا اسے ذلت کے ساتھ زندہ رکھے یا اسے خاک میں دبا دے "[40]

دوسرے مقام پر قرآن پاک نے اس ظالمانہ رسم کی مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس قصور میں ماری گئی[41] **"**

یہ آیات اس بات کی غماز ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں بیٹیوں کو زندہ دفن کرنے جیسی وحشیانہ رسوم رائج تھیں، جنہیں اسلام نے مکمل طور پر ختم کر دیا۔

بدکاری کے اعلانیہ اظہار کا رواج:

اسلام سے قبل عرب معاشرہ اخلاقی اعتبار سے زوال کا شکار تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں زنا کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا، بلکہ بعض افراد اس گناہ کا برملا اقرار بھی کیا کرتے تھے۔ معاشرتی سطح پر زنا اس قدر عام تھا کہ کئی مرتبہ عورتوں کو زبردستی اس فعل پر مجبور کیا جاتا، جس سے ان کی عزت اور حیثیت پامال ہوتی تھی۔

اسلام نے اس غیر اخلاقی روش کی سختی سے ممانعت کی، اور پاکیزگی، عفت اور نکاح کے پاکیزہ نظام کو فروغ دیا . ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا -﴾ [42]

"اور اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو (خصوصاً) جب وہ پاک دامن رہنا چاہیں کہ تم دنیاوی زندگی کا سامان کماؤ"۔

اس آیتِ مبارکہ کا پس منظر یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول اپنی لونڈیوں کو زبردستی بدکاری پر مجبور کرتا تھا تاکہ ان کے ذریعے مالی فائدہ حاصل کر سکے اور اپنی سماجی حیثیت کو نمایاں کرے۔ قرآن نے اس ظالمانہ رویے کی شدید مذمت کی اور ایسی عورتوں کو زبردستی برائی پر مجبور کرنے سے روکا۔

اسی طرح، زمانۂ جاہلیت میں عرب معاشرے میں نکاح کے حوالے سے کوئی واضح حد بندی موجود نہ تھی، اور مرد بلا کسی قید کے متعدد شادیاں کرتے تھے، جنہیں وہ اپنی شان و مرتبے کی علامت سمجھتے تھے۔ اسلام نے اس بے قاعدگی کو ختم کیا اور شادیوں کی زیادہ سے زیادہ حد چار مقرر کی، ساتھ ہی تعددِ ازواج کے لیے عدل و انصاف کی شرط لازم قرار دی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِنْ خِفْتُمْ إِلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَإِنْ خِفْتُمْ إِلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ أَدْنٰى إِلَّا تَعُولُوا﴾[43]

" اور اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کے معاملے میں انصاف کرنے کا خوف ہو تو (ان کے بجائے) دوسری عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں، ان سے نکاح کر لو - دو دو، تین تین، چار چار (تک)۔ پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ (ان کے درمیان) انصاف نہ کر سکو گے تو پھر صرف ایک ہی (بیوی کرو) یا ان لونڈیوں کو (اہلیہ بناؤ) جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔ یہ طریقہ ظلم سے بچنے کے لیے زیادہ مناسب ہے "

زمانہ جاہلیت میں عورت کی حق ملکیت سے محرومی:

زمانۂ جاہلیت عورت کے لیے سب سے زیادہ محرومی اور ناانصافی کا دور تھا۔ اس عہد میں عورت کو نہ تو خود کسی چیز کی ملکیت کا حق حاصل تھا، اور نہ ہی اسے وراثت میں کوئی حصہ دیا جاتا۔ وراثت صرف مردوں کا حق سمجھا جاتا، کیونکہ وہ جنگ و جدال میں شریک ہوتے اور قبیلے کی حفاظت کرتے تھے۔ اس قبائلی نظام میں عورت کو نہ صرف وراثت سے محروم رکھا جاتا بلکہ بعض اوقات اُسے خود بھی مال و جائیداد کی طرح وراثت میں تقسیم کر دیا جاتا، گویا وہ ایک شخص نہیں، بلکہ قابلِ منتقلی جائیداد ہو۔[44]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جاہلیت کے دور میں جب کسی عورت کا شوہر فوت ہو جاتا تو اس کے شوہر کے گھرانے والے اسے اپنی ملکیت سمجھتے تھے۔ وہ چاہیں تو خود اس سے شادی کر لیتے، یا کسی اور سے بیاہ دیتے، اور اگر چاہیں تو اسے شادی سے روک کر قید کی مانند زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتے۔ اس نظام میں عورت کے سسرال والوں کو اس کے اپنے خاندان سے زیادہ اختیار حاصل ہوتا تھا، جبکہ عورت خود کسی فیصلے کا حق نہیں رکھتی تھی۔

اس ظالمانہ رسم کے خاتمے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں صاف حکم نازل فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُو النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَاتَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ﴾[45]

"اے ایمان والو! تمہارے لیے جبراً عورتوں کو ورثے میں لینا جائز نہیں، اور نہ ہی تمہیں یہ حق ہے کہ انہیں روک کر رکھو تاکہ جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے سکو"

تاریخی روایات کے مطابق، جاہلیت کے زمانے میں جب کوئی شخص مر جاتا تو اس کے رشتہ داروں یا دوستوں میں سے کوئی اس کی بیوہ پر اپنا حق جتانے کے لیے اس پر چادر ڈال دیتا۔ یہ عمل اس عورت پر قبضے کی علامت سمجھا جاتا تھا، جس کے بعد نہ تو کوئی دوسرا شخص اس سے شادی کر سکتا تھا اور نہ ہی عورت کو خود اپنی شادی کا اختیار ہوتا تھا۔ کبھی کبھی یہ بیوہ عورتیں برسوں تک اسی طرح قید کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی تھیں۔

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد اسلام نے عورتوں کو ان کے جائز حقوق عطا کیے اور بیوہ عورتوں کو دوبارہ شادی کرنے یا نہ کرنے کا مکمل اختیار دیا، جس سے جاہلیت کے اس قبیح رواج کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔[46]

یہاں تک کہ اگر وہ آزادی حاصل کرنا چاہتی تو فدیہ (مال) ادا کر کے ہی اپنی رہائی ممکن بنا سکتی۔ [47]

زمانۂ جاہلیت میں عورت کو معاشرے میں نہایت کم تر اور تابع حیثیت دی جاتی تھی۔ عمومی طور پر اسے کسی بھی سماجی یا معاشی مقام کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا، اور اسے مرد کی ملکیت تصور کیا جاتا۔ چند خواتین، جیسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، جو ایک کامیاب اور خود مختار تاجرہ تھیں، یقیناً ایسی مثالیں ہیں جو اس عمومی روایت سے مختلف تھیں، مگر یہ محض استثنائی حالات تھے، نہ کہ عمومی معاشرتی رویہ۔

یہ دور عورت کے لیے ظلم، استحصال اور محرومی کا زمانہ تھا۔ تاہم، دینِ اسلام کی روشنی اور سیرتِ رسول ﷺ کی تعلیمات نے عورت کو عزت، وقار اور ایسے حقوق عطا کیے جو نہ صرف اس کی شخصیت کو نکھارنے والے ہیں بلکہ قیامت تک باقی رہنے والے عدل و رحمت پر مبنی اصولوں کا مظہر بھی ہیں۔

اسلام میں عورت کا بلند مقام:

عام طور پر کمزور طبقے کو اپنے حقوق کے حصول کے لیے مسلسل جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ آج کا زمانہ جگر سوز مظاہروں، احتجاجات اور قانونی جدوجہد کے بعد ہی عورت کو کچھ حقوق دیتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حقوق اسلام کی عطا کردہ میراث ہیں۔ اسلام نے سب سے پہلے عورت کو وہ حقوق دیے جن سے وہ صدیوں سے محروم رہی، بغیر کسی احتجاج یا دباؤ کے، بلکہ صرف اس کے فطری اور پیدائشی حق ہونے کے باعث۔ اسلام نے مظلوم عورت کی پاسداری کو خود فرض ٹھہرایا اور اُسے وہ مقام بخشا جو ہمیشہ کے لیے قابلِ قدر اور مستحکم ہے۔[48]

یہاں پر ہم ان حقوق کا ذکر کریں گے جو اسلام نے عورت کو دیے، اسلام صرف ان حقوق کو قانون کی زبان میں بیان نہیں کرتا بلکہ ترغیب و ترہیب کے ذریعے ان کو زبردست طریقے سے ادا کرنے کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔

زندہ رہنے کا حق:

اسلام سے پہلے دنیا بھر میں عورت کے حقوق ناپید تھے اور وہ اکثر ظلم کی شکار بنتی تھی، خصوصاً عرب میں متعدد قبائل اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ قرآن مجید نے اس زبردست ظلم کی مذمت کرتے ہوئے اس کو جہنم کی سزا کا مستحق قرار دیا:

﴿وَإِذَا الْمَوْدَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذنبِ قُتِلَتْ﴾[49]

"اس وقت کو یاد کرو جب کہ اس سے پوچھا جائے گا جسے زندہ دفن کیا گیا تھا کہ کس جرم میں اسے مارا گیا"۔

اسلام نے لڑکیوں کے ساتھ ظلم، ناانصافی اور امتیازی سلوک کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ ایک طرف قرآن کریم میں ان معصوم بچیوں کے قتل پر سخت وعید سنائی گئی ہے جنہیں زمانۂ جاہلیت میں زندہ دفن کر دیا جاتا تھا، اور ایسے ظالموں کے لیے جہنم کی وعید دی گئی۔ دوسری جانب، ان افراد کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے جو اپنی بیٹیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں، انہیں بوجھ نہیں سمجھتے، بلکہ لڑکوں کے برابر محبت، تربیت اور عزت دیتے ہیں۔ ایسے والدین کو رسول اللہ ﷺ نے جنت کا مستحق قرار دیا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"جس شخص کی لڑکی ہو وہ نہ تو اسے زندہ درگور کرے اور نہ اس کے ساتھ حقارت آمیز سلوک کرے اور نہ اس پر اپنے لڑکے کو ترجیح دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا"۔[50]

پرورش کا حق:

ہر بچی کو یہ حق ہے کہ اس کی زندگی کی ضروریات پوری ہوں اور وہ محبت وتوجہ سے پروان چڑھے۔ اسلام نے لڑکیوں کی پرورش کو ثواب کا معاملہ قرار دیا، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:۔

﴿من بلی من هذه البنات شیئا فاحسن الیهن کن له سترا من النار﴾[51]

"اللہ تعالیٰ جس شخص کو ان لڑکیوں کے ذریعے کچھ بھی آزمائش میں ڈالے اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی"۔

اس حدیثِ مبارکہ میں بیٹیوں کے ساتھ احسان کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ "احسان" ایک جامع اور وسیع مفہوم رکھنے والا لفظ ہے، جس میں بچیوں کی مناسب پرورش، دینی ودنیاوی تعلیم وتربیت، ان کے ساتھ حسنِ سلوک، شفقت، محبت اور عزت سے پیش آنا شامل ہے۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ والدین بچیوں کی ضروریات کا خیال رکھیں، ان کی شخصیت کو اعتماد اور عزتِ نفس کے ساتھ پروان چڑھائیں، اور ان کے لیے ایسے مواقع فراہم کریں جو انہیں ایک باوقار زندگی گزارنے کے قابل بنائیں۔

حضرت انس کی وایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

﴿من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یومالقیامتانا وهووختم اصابعه﴾۔[52]

"جو شخص دو بچیوں کی ان کے جوانی کو پہنچنے تک پرورش کرے گا قیامت کے روز میں اوراس طرح ہوں گے یہ کہ کر آپ نے انگشتہائے مبارک کو ملایا"۔

فقہاءِ احناف کے نزدیک نابالغ لڑکے کا نان ونفقہ اس کے والد کے ذمے ہوتا ہے، اور جیسے ہی وہ بلوغت کو پہنچتا ہے، اس کی کفالت کی ذمہ داری والد پر باقی نہیں رہتی، الا یہ کہ وہ جسمانی یا ذہنی طور پر معذور ہو یا کسی ایسی کمزوری کا شکار ہو جو اسے خود کفیل بننے سے روکے۔

جبکہ لڑکی کے بارے میں فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اس کا نان ونفقہ نہ صرف نابالغی بلکہ بلوغت کے بعد بھی برقرار رہتا ہے، تاوقتیکہ اس کا نکاح ہو جائے۔ بعض فقہی آراء کے مطابق، بلوغت کے بعد لڑکی کی کفالت کی ذمہ داری والدین کے درمیان تقسیم ہو جاتی ہے، جس میں والد دو تہائی اور والدہ ایک تہائی حصہ ادا کرتی ہے۔

اسی طرح اگر کوئی بالغ عورت نادار اور محتاج ہو، تو اس کا نان ونفقہ اس کے قریبی محرم رشتہ دار پر واجب ہوگا، بشرطیکہ وہ رشتہ دار مالی طور پر صاحب حیثیت ہو۔ اگر وہ خود نادار ہو تو شریعت کسی اور فرد پر اس کی کفالت کا بوجھ نہیں ڈالتی۔[53]

تعلیم کا حق:

تعلیم ایک ضروری انسانی ضرورت ہے، لیکن تاریخ میں عورت کو اس سے اکثر دور رکھا گیا۔ اسلام نے مرد وعورت دونوں کو علم کی پیروی کا پابند ٹھہرایا۔ نبی ﷺ نے فرمایا:۔[54]

حضرت ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من عال ثلاث بنات فادبھن و زوجھن و احسن الیهن فلہ الجنتہ﴾۔[55]

"جس نے تین لڑکیوں کی پرورش کی ان کو تعلیم وتربیت دی۔ ان کی شادی کی اور انکے ساتھ بعد میں بھی حسن سلوک کیا تو اسکے لئے جنت ہے"۔

حسن سلوک کا حق:

اسلام نے عورتوں سے نرمی، شائستگی اور حقوق کے ساتھ سلوک کرنے کی تلقین کی، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿عن أبي هريرةؓ ان رسول الله ﷺ قال: المرأة كالضلع ان اقمتها كسرتها وان استمتعت ها استمتعت ها وفيها عوج﴾[56]

"آپ ﷺ نے فرمایا: عورت پسلی کی مانند ہے اگر اسے سیدھا کروگے تو ٹوٹ جائے گی اگر اسی طرح اسکے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہو تو فائدہ اٹھاسکتے ہو ورنہ اس کے اندر ٹیڑھا پن موجود ہے"۔

﴿عن أبي هريرةؓ عن النبي ﷺ قال: من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذى جاره واستوصوا بالنساء خيرا، فانهن خلقن من ضلع و ان اعوج شئ في الضلع اعلاه فان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج فاستوصوا بالنساء خيرا﴾۔[57]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے ہمسایہ کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی میری وصیت کو ضرور قبول کرو، کیونکہ انہیں پسلی (حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی) سے پیدا کیا گیا ہے۔ یاد رکھو کہ پسلی کا سب سے اوپر والا حصہ سب سے زیادہ مڑا ہوا ہوتا ہے۔ اگر تم اسے سیدھا کرنے کی

کوشش کروگے تو توڑ دوگے، اور اگر اسے اسی حالت پر چھوڑ دوگے تو بھی وہ مڑی ہی رہے گی۔ لہٰذا عورتوں کے ساتھ نرمی اور بھلائی سے پیش آنے کی میری وصیت کو لازم پکڑو"۔

اسلام سے قبل عرب معاشرے میں عورت کی خاندانی حیثیت نہایت پسماندہ اور افسوس ناک تھی۔ اسے نہ تو عزت و وقار حاصل تھا اور نہ ہی اسے خاندانی نظام میں کوئی اہم مقام دیا جاتا تھا۔ بعض صورتوں میں اس کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا جاتا جو جانوروں سے بھی کمتر تصور کیا جا سکتا ہے۔ وہ وراثت، نکاح اور معاشرتی فیصلوں میں بالکل بے اختیار تھی، اور اس کی حیثیت صرف خدمت گزار یا بوجھ سمجھی جاتی تھی۔ حضرت عمر یہ فرماتے ہیں:﴿ ان كنا في الجاهلية ما نعد للنساء امرا حتی انزل الله تعالیٰ ما انزل و قسم لهن ما قسم ﴾[58]

"خدا کی قسم زمانہ جاہلیت میں ہماری نظر میں عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی، حتی کہ خدا نے ان سے متعلق جو احکام نازل کرنا چاہے نازل کر دیئے اور جو حقوق ان کے مقرر کرنا تھے، مقرر کر دیئے"۔

حتیٰ کہ بعض اوقات عورت کو بھی جانوروں اور دیگر املاک کی طرح رہن کے طور پر رکھ دیا جاتا تھا، گویا وہ بھی محض ایک مادی اثاثہ تھی، نہ کہ ایک خود مختار انسان۔ [59]

قبل از اسلام دور میں عورت کو محض ایک جسمانی تسکین کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔ بعض اوقات نہ صرف اسے رہن رکھا جاتا بلکہ فروخت بھی کر دیا جاتا، اور مرد پر اس کی کسی بھی قسم کی کفالت یا ذمہ داری عائد نہیں کی جاتی تھی۔ وہ سماجی اور معاشرتی طور پر محرومی کا شکار تھی۔

اسلام نے اس غیر انسانی رویے کی سختی سے نفی کی اور عورت کو عزت و احترام کا مقام عطا کیا۔ قرآن مجید نے یہ اصول بیان کیا کہ جیسے مرد کے عورت پر حقوق ہیں، ویسے ہی عورت کے بھی مرد پر مساوی حقوق ہیں۔ عورت کو نہ صرف انصاف، بلکہ حسن سلوک اور شفقت کا بھی پورا حق دیا گیا۔[60]

ملکیت اور جائیداد کا حق:

اسلام نے عورت کو اپنی کمائی، جائیداد اور ملکیت رکھنے کا حق دیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ﴾۔ [61]

"مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا"۔

اسلامی شریعت نے عورت کے حقِ ملکیت کو ہر حال میں محفوظ رکھا ہے، حتیٰ کہ طلاق کی صورت میں بھی اس کا مالی اور وراثتی حق بعض حالات میں برقرار رہتا ہے۔ فقہ حنبلی کے مشہور عالم ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اگر شوہر نے اپنی بیوی کو ایسی بیماری کی حالت میں طلاق رجعی دی، جس میں موت کا اندیشہ ہو، اور پھر وہ دورانِ عدت اسی بیماری کے باعث وفات پا گیا، تو عورت کو وراثت کا حق حاصل ہو گا۔

البتہ اگر بیوی دورانِ عدت انتقال کر جائے، تو شوہر اس کا وارث نہیں بنے گا۔ یہی رائے حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے۔ یہ رائے دراصل اس اصول پر مبنی ہے کہ ایسی طلاق، جو جان بوجھ کر عورت کو وراثت سے محروم کرنے کی نیت سے دی گئی ہو، وہ شرعاً ظلم شمار ہوتی ہے، اور اس ظلم کا ازالہ وراثت کے حق کو باقی رکھ کر کیا جاتا ہے۔[62]

حضرت عمر کا قول ہے:

﴿اذا طلقها مريضا ورثته ما كانت في العدة ولا يرثها﴾ ۔ [63]

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بیماری کی حالت میں طلاق دے دے، تو بعض فقہی آراء کے مطابق، بیوی عدت کے دوران اپنے سابق شوہر کی وفات کی صورت میں اس کی وارث بنے گی، جبکہ شوہر اس صورت میں بیوی کا وارث نہیں ہو گا۔

قاضی شُریح کے بیان کے مطابق، عُروۃ البارقی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے بیماری کی حالت میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر شوہر کا انتقال عدت کے دوران ہو جائے تو بیوی اس کی وارث ہو گی، لیکن شوہر بیوی کا وارث نہیں ہو گا۔

یہ رائے بعض فقہاء کے نزدیک طلاقِ مغلظہ کی حالت میں حرمانِ وراثت کے اصول پر مبنی ہے، جو نیتِ ایذا رسانی کے پیشِ نظر وضع کیا گیا ہے، تاکہ مرد عورت کے حقوق سے جان چھڑانے کے لیے طلاق کو بطور حیلہ استعمال نہ کرے۔[64]

وراثت کا حق:

اسلام نے عورت کو وراثت میں حصہ دینے کا حق مقرر کیا، جیسا کہ اللہ نے حکم دیا:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِ كُمُ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ . [65]

اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ان میں سے لڑکے کو دو لڑکیوں جتنا حق ملے گا۔

عورتوں کے حق وراثت میں یہ ہے کہ اگر ان کا کوئی قریبی رشتہ دار انتقال کر جائے تو عورتوں کو وراثت میں شریک کیا جائے۔ جیسے والد، بھائی، شوہر وغیرہ شامل ہیں۔ مذہب اسلام نے عورت کو بیٹی، ماں، بہن اور بیوی بنا کر وراثت کے حقوق عطا کر دیئے ہیں۔ جیسا کہ بیوی کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌفَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾۔[66]

"اور ان (بیویوں) کے لیئے وراثت کا چوتھا حصہ ہے اگر تم (خاوند) بے اولاد ہو اور اگر صاحب اولاد ہو تو ان کو آٹھواں حصہ ملے گا تمہارے ترکہ میں سے"۔

موجودہ عہد میں بھی عورتوں کے ساتھ ناانصافیاں جاری ہیں عورتوں کو ان کی وراثت کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ کہیں بیٹی کی حیثیت سے وارثت کے حق سے محروم کر دیا جاتا ہے کہیں۔ بہن اور کہیں بیوی کو ان کے حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اور بعض لوگ تو عورت کو حق وراثت ملنے کے خوف سے شادی کرنے سے بھی محروم کر دیتے ہیں یہ ظلم کی انتہا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہر ایک حقدار کو اس کا حق دے دیا کرو ارشاد خداوندی ہے:

﴿واتو احقه﴾ [67]

"اور دے دو ان کو انکا حق"۔

مذکورہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ عورت صنف ضعیف ہے اس لیئے ضروری ہے کہ عورت کے ساتھ نیکی اور بھلائی کی جائے اور اس کا حق وراثت اسے دے دیا جائے اور یہی اسلامی تعلیمات ہیں۔

عورت کے ازدواجی حقوق

شادی کا حق

زمانۂ جاہلیت میں عورت کو نکاح کے حق سے محروم رکھا جاتا اور اسے مرد کی ملکیت سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے واضح انداز میں فرمایا:

﴿وَ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ﴾۔[68]

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو"۔

﴿والَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۚ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيانْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ ۔[69]

"اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور (اپنی) بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آ پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مواخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبر دار ہے"۔

(2)خیار بلوغ کا حق:

نابالغ لڑکی یا لڑکے کو بالغ ہونے پر ولی کے کیے گئے نکاح کو ختم کرنے کا اختیار "خیارِ بلوغ" کہلاتا ہے۔

احناف کے نزدیک اگر ولی نے نابالغ کا نکاح کیا ہو تو بالغ ہونے پر لڑکا یا لڑکی اس نکاح کو رد کر سکتا ہے۔[70]

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ یتیم بچیوں کا نکاح ان کی رضامندی کے بغیر جائز نہیں، اور اگر وہ خاموش رہیں تو اسے رضا کی علامت سمجھا جائے گا۔ ایک واقعہ کے مطابق، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون کو اپنے نکاح کے لیے حضرت عثمان بن مظعون کی بیٹی کا پیغام بھیجا۔ قدامہ نے اپنی بھانجی کا نکاح عبد اللہ بن عمر سے کر دیا، کیونکہ ان کے بھائی نے ان کے سپرد اس لڑکی کی دیکھ بھال کی وصیت کی تھی۔ نکاح کے بعد مغیرہ بن شعبہ اس لڑکی کی والدہ کے پاس آیا اور اسے قیمتی تحائف پیش کیے، جس پر وہ عورت اور اس کی بیٹی مغیرہ کی طرف مائل ہو گئیں۔ نتیجتاً، لڑکی نے نکاح سے انکار کر دیا اور یہ معاملہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔

قدامہ نے اپناموٴقف بیان کیا کہ انہوں نے نکاح میں نہ کفو کی کمی کی اور نہ خیر خواہی سے کوتاہی کی، لیکن لڑکی اور اس کی ماں نے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر فرمایا" :وہ یتیم ہے، **لہٰذا اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔** "اس فیصلے کے بعد قدامہ کا دعویٰ ختم ہو گیا اور اس لڑکی نے مغیرہ سے نکاح کر لیا۔"[71]

ایک دوسری سند کے ساتھ مروی حدیث مبارکہ میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

﴿فأمره النبي ﷺ أن يفارقها، وقال: لا تنكحوا اليتامى حتى تستامروهن فإن سكتن فهو اذنهن ﴾۔[72]

"پس حضور نبی اکرم ﷺ نے اس کی علیحدگی کا حکم دیااور فرمایا: یتیم بچیوں کا نکاح ان کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے پس اگر وہ خاموش رہیں تو وہی ان کی اجازت ہے"۔

(3)مہر کا حق:

اسلام نے عورت کو ملکیت کا حق عطا کیا۔ عورت کے حق ملکیت میں جہیز اور مہر کا حق بھی شامل ہے۔ قرآن حکیم نے مردوں کو نہ صرف عورت کی ضروریات کا کفیل بنایا بلکہ انہیں تلقین کی کہ اگر وہ مہر کی شکل میں ڈھیروں مال بھی دے چکے ہوں تو واپس نہ لیں، کیونکہ وہ عورت کی ملکیت بن چکا ہے:

﴿وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴾۔[73]

"اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرنا چاہو، حالانکہ تم نے پہلی کو بے تحاشا مال (مہر یا تحائف) دے رکھا ہو، تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم محض بہانہ تراشی کر کے یا کھلم کھلا ظلم کر کے اس کا مال لوٹو گے ؟"

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴾۔[74]

"تم پر اس بات میں (بھی) کوئی گناہ نہیں کہ اگر تم نے (اپنی منکوحہ) عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کے مہر مقرر کرنے سے بھی پہلے طلاق دے دی ہے تو انہیں ایسی صورت میں) مناسب خرچہ دیدو، وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق (لازم) ہے اور تنگدست پر اس کی حیثیت کے مطابق (بہر طور) یہ خرچ مناسب طریق پر دیا جائے، یہ بھلائی کرنے والوں پر واجب ہے"۔

حقوق زوجیت:

۴ **(حقوق زوجیت):**

مرد پر لازم ہے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرے اور اس سے مقاطعہ نہ کرے۔[75]

قرآن کہتا ہے:

﴿لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾[76]

"جو لوگ اپنی بیویوں سے علیحدگی کی قسم کھا بیٹھیں، ان کے لیے چار مہینے کی مدت مقرر ہے۔ پھر اگر وہ اس عرصے میں رجوع کر لیں اور تعلقات بحال کر لیں، تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے"

اگر تم نے بیوی کی کسی خطا پر غصے میں آکر علیحدگی کی قسم کھائی ہو، تو درگزر سے کام لے کر معاف کر دو۔ اور اگر بلاوجہ ہی قسم کھا بیٹھے ہو تو کفارہ دے کر تعلقات بحال کر لو۔ یقین رکھو کہ اللہ تمہاری لغزشوں کو معاف فرمادے گا۔ البتہ اگر چار ماہ تک رجوع نہ کیا جائے، تو فقہائے کرام کے ایک گروہ کے نزدیک از خود طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

حدیث مبارکہ کا مفہوم:

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"کیا تم ہمیشہ روزے رکھو گے اور ساری رات عبادت کرو گے ؟" میں نے عرض کیا: جی ہاں، میں ایسا کر سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"تمہارے لیے بہتر یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے طریقے پر عمل کرو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ اور جب میدانِ جنگ میں دشمن کا سامنا ہوتا تو کبھی پیٹھ نہ دکھاتے تھے۔"

عبادت میں زیادہ شغف بھی بیوی سے بے توجہی کا باعث ہو سکتا ہے۔ اگر خاوند دن بھر روزہ رکھے اور راتوں کو نمازیں پڑھتا رہے تو ظاہر ہے کہ وہ بیوی کے حقوق ادا کرنے سے قاصر رہے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے اسی لیے صوم وصال یعنی روزے پر روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اور زیادہ سے زیادہ صوم داؤدی کی اجازت دی ہے کہ ایک دن روزہ رکھو، ایک دن نہ رکھو۔

موجودہ دور میں خواتین کے حقوق کے متعلق مغربی واسلامی تصور کا تقابل:

عورت کے حقوق کے حوالے سے آج کی دنیا دو مختلف نظاموں میں تقسیم ہے:

مغربی تصور

عورت کو آزادی دینے کے نام پر اسے معاشرتی استحصال کا نشانہ بنایا۔

نتائج: عورت کو اشتہار، میڈیا اور مارکیٹ کی جنس بنا دیا گیا۔

◈ اسلامی تصور

اسلام نے عورت کو عزت، تحفظ اور فطرت کے مطابق مقام دیا۔ (i) مغربی تصور: آزادی یا استحصال؟

مغربی تہذیب عورت کو مرد کے برابر لا کر آزاد کرنے کا دعویٰ کرتی ہے، مگر اس آزادی کا مفہوم صرف جسمانی آزادی، فیشن، مخلوط ماحول، اور معاشی پیداوار تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

نتائج:

عورت کو اشتہار، فلم، فیشن اور سوشل میڈیا کا تجارتی ہتھیار بنا دیا گیا۔ مادہ پرستی نے عورت کی نسوانیت، ممتا، اور حیاء کو مجروح کیا۔

خاندانی نظام ٹوٹ گیا، شادی کا ادارہ غیر اہم ہو گیا۔ عورت معاشی غلام بن کر رہ گئی۔

مغربی مفکرین کا اعتراف:

"ہم نے عورت کو آزاد کرنے کے بجائے، بازار کی چیز بنا دیا ہے" (سیمون دی بوار — فیمینزم کی بانی)

(ii) اسلامی تصور: عزت، تحفظ اور فطرت سے ہم آہنگی

اسلام عورت کو آزادی نہیں بلکہ ذمہ داری اور مقام عطا کرتا ہے۔ اس نے عورت کو ماں، بیوی، بہن، اور بیٹی کے روپ میں معاشرے کا محسن قرار دیا۔ سیرتِ نبوی ﷺ نے عورت کو عملی طور پر باعزت، باوقار، اور محفوظ حیثیت عطا کی۔

نتائج:

عورت کو علم، تجارت، رائے، مشورہ، خدمتِ دین، اور وراثت کے حقوق دیے گئے۔ اس کی حیا اور پردہ کو تحفظِ عزت کا ذریعہ بنایا گیا۔ نبی ﷺ نے عورت کو خاندانی اور روحانی عظمت کا مقام دیا۔ "خیرکم خیرکم لأھلہ" "تم میں بہتر وہی ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ بہتر ہو۔"

کفار چونکہ اسلام کے دشمن ہیں اور ان کی شدید خواہش ہے کہ دنیا میں اسلام ختم ہو جائے اور مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت چھوڑ کر ہم جیسے بن جائیں اور ایمان و اطاعت اور آسمانی شریعت کی پابندی ختم ہو جائے۔ اس لئے ان ظالموں نے عورت کو خصوصی ٹارگٹ بنایا اور اسکے حوالے سے بہت سازشیں کیں۔

ذیل میں ہم چند سازشیں ذکر کریں گے جو مغرب نے عورت کے معاملے میں کئے۔

چہرہ کا پردہ نہیں:

اسلام پر حملہ اور شریعت میں تحریف کے لئے ان ظالموں نے یہ شوشہ اڑایا کہ عورت کے ہاتھ اور چہرے کا پردہ نہیں۔ ویسے کپڑوں کے اوپر برقع یا چادر لے لیں یہی پردہ ہے۔ اور بدقسمتی سے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد علماء و بزرگان دین کی باتوں کو من و عن قبول کرتے ہیں۔ بجائے اس کے وہ براہ راست خود قرآن یا حدیث سے تحقیق کریں۔ اور اس بات سے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین خوب خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور بہت سے مسلمانوں کو اس بات سے گمراہ کرتے ہیں۔ اہل کتاب کی گمراہی کا یہی بڑا سبب تھا کہ انوں نے اپنی کتابوں اور اپنے نبیوں کا چھوڑ کر علماء و بزرگان دین کو ہی سب کچھ مان لیا تھا۔ جسے قرآن نے اس انداز میں بیان کیا:

﴿ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللَّهِ ﴾ (التوبة : ٣١)

"انہوں نے اپنے علماء و بزرگان کو اللہ کے علاوہ رب بنا لیا تھا۔"

اس کے مقابلے میں ہمیں قرآن کی ایک دوسری آیت یہ سکھلاتی ہے کہ:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ (اعراف:3)

"اس شریعت کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر اتاری گئی ہے اور اسے چھوڑ کر اولیاء کی پیروی میں نہ لگ جاؤ۔"

یہ کس قدر واضح آیت ہے، ہمیں براہ راست قرآن وحدیث کو سمجھ کر راہنمائی لینی چاہئے۔ ٹھیک ہے علماء وبزرگان کے بڑے مقام ہیں اور بڑی عزت ہے، ان کا احترام اور ان سے محبت کا دین حکم دیتا ہے لیکن جو حق اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے وہ علماء وبزرگوں کو دے دینا انصاف نہیں، یہ ظلم ہے۔ بطور استاذ اس سے راہنمائی لینی چاہیے، مگر دین و عمل کی بنیاد قرآن وحدیث پر رکھنی چاہیے۔

قرآن وحدیث میں آیا ہے کہ پردہ میں چہرے کو سر سے لے کر پاؤں بلکہ پاؤں سے بھی نیچے چادر لٹکانا مشروع قرار دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واضح احادیث جن میں چہرے کو ڈھانپنے کا تذکرہ ہے، آنکھیں جھکانے کا حکم، گھر کے اندر رہنے کا حکم ہے تو ان سارے احکامات کی موجودگی میں کسی طرح یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ نہیں آتے؟

یہ صرف کفار کا پراپیگنڈہ ہے، جس سے انہوں نے اسلام کی پاکباز اور عزت وعفت والی اسلام کی بیٹیوں کو بے پردہ بنا کر اللہ کی رحمت سے محروم اور ان کے حسن وجمال کو لوگوں کے سامنے ننگا کرنے کے لئے شروع کر رکھا ہے۔ روایات میں سارے جسم اور چہرے کو چھپا کر صرف ایک آنکھ کو راستہ دیکھنے کے لئے پردہ سے باہر رکھنے کا تذکرہ ملتا ہے۔

مخلوط نظام تعلیم:

دوسری بہت بڑی سازش مخلوط نظام تعلیم ہے، لڑکے لڑکیاں اکٹھے بیٹھیں، باتیں کریں، پڑھیں، تفریح منائیں، کھائیں پئیں،

یہ ایسی سازش ہے کہ بچپن سے ہی بچیوں کے ذہن سے اسلام کی تعلیم ختم ہو جائے، اختلاط اور مردوں سے آزادانہ میل جول و دوستی والا ذہن بن جائے۔ مردوں اور عورتوں دونوں کے درمیان سے جھجک اور فطری حجاب ختم ہو جائے۔ اسی طرح لڑکیوں کا مردوں کو پڑھانا اور مردوں کا لڑکیوں کو تعلیم دینا، دورانِ تعلیم سیر وسیاحت کی غرض سے دوسرے علاقوں میں بھیج دینا اور اس طرح آہستہ آہستہ یہ زہر والدین اور بڑوں کے دماغ میں ڈال دینا کہ ان سے غیرت ختم ہوتی جائے، وہ اپنی بہن بیٹی کو اجنبی کے ساتھ دیکھیں تو اس پر مطمئن ہو جائیں کہ اس کا کلاس فیلو ہے جبکہ اسلامی تعلیمات اس نظام کے خلاف ہے، اسلام میں ہے کہ بچوں کے ایمان کی حفاظت والدین کی ذمہ داری ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يهُودَانِه أَوْ ينصرَانِه أَوْ يمَحِّسَانِه﴾ [77]

"یعنی اللہ تعالیٰ ہر بچہ کو فطرت اسلام پر پیدا کرتے ہیں (اور ایمان کی حالت میں والدین کے ہاتھوں میں دیتے ہیں) یہ ماں باپ ہی ہیں جو انہیں یہودی، عیسائی اور مجوسی بنا دیتے ہیں "۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم نے علیم نے فرمایا:﴿مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَوةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ﴾[78]

"تمہارے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور دس سال کے ہوں (پھر بھی نماز نہ پڑھیں) تو انہیں سزا دو اور ان کے بستر الگ الگ کر دو"۔

اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بچوں کے ایمان اور حیاء کی حفاظت کے لئے کس قدر شدید حکم ہے کہ دس سال کے ہوں تو ان کے بستر، چارپائیاں علیحدہ علیحدہ کر دو اور نماز پر انہیں سزا دو اور پابندی کرواؤ تاکہ انہیں دین کا پتہ چلے۔ تو جب سگے بہن بھائی اکٹھی نہیں لیٹ سکتے تو یہ بات کس طرح برداشت کی جا سکتی ہے کہ بچیاں لڑکوں کے ساتھ چھ سات گھنٹے اکٹھے رہیں اور اسی ماحول میں پروان چڑھیں۔

جمہوری نظام میں دھکیلنا:

تیسری سازش یہ ہے کہ عورت کو اسلام کے نظام عفت وعصمت سے نکال کر جمہوریت کے میدان میں لانا، سیاست میں، انتخابات میں، اسمبلیوں میں، مخلوط مجالس میں بلکہ پورے ملک کے سامنے ان کو بے پردہ کرنا اور آزاد خیالی اور مردوں کی برابری کے سبق پڑھا پڑھا کر اس کی نسوانیت اور حیاء کو ختم کرنا ہے۔[79]

ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

﴿اِذَا كَانَ اُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ، وَ اَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ، وَ اُمُورُكُمْ شُورَى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا، وَاِذَا كَانَ اُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَ اَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ، وَ اُمُورُكُمْ اِلَى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا﴾۔[80]

" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جب تمہارے حکمران تمہارے بہترین افراد ہوں، مال دار طبقہ سخاوت اور خیرات کا خوگر ہو، اور تمہارے اہم معاملات باہمی مشورے سے طے پائیں، تو ایسی حالت میں تمہارا زمین پر زندہ رہنا، قبر میں جانے سے بہتر ہے۔ لیکن جب تمہارے حکمران بدکردار اور بدترین لوگ بن جائیں، دولت مند بخیل ہو جائیں، اور قیادت ایسے افراد یا طبقات کے سپرد ہو جائے جو اس کے اہل نہ ہوں، تو ایسی حالت میں تمہارے لیے وفات پا کر قبر میں جانا، زندہ رہنے سے بہتر ہو گا۔

مغربی نظام عورت کو آزاد کر کے غلامی کی نئی شکل میں لے آیا، جب کہ اسلام عورت کو ذمہ داری، عزت، اور تحفظ دے کر اسے اصل مقام پر فائز کرتا ہے۔ سیرت نبوی ﷺ عورت کے لیے وہ نمونہ پیش کرتی ہے جو نہ صرف روحانی تسکین بلکہ معاشرتی فلاح و امن کی ضمانت ہے۔

نتائج و تجزیہ:

یہ تحقیق اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اسلام نے عورت کو وہ عزت، وقار اور حقوق عطا کیے جو کسی اور نظام نے نہیں دیے۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

1 عورت کا حقیقی مقام اس کی فطرت کے مطابق ہے۔ اسلام نے اسے نہ مرد سے کمتر سمجھا اور نہ برتر، بلکہ ایک تکمیلی ساتھی قرار دیا۔

2 تحفظ کی ضمانت نبی کریم ﷺ نے عورت کے ہر کردار (ماں، بیٹی، بہن، بیوی) کے حقوق کا مکمل خیال رکھا اور عملی مثالیں قائم کیں۔

3 فعال کردار کی اجازت اسلام نے عورت کو علم، سماجی اور دینی شعبوں میں کام کرنے کا حق دیا، بشرطیکہ شرعی حدود کا لحاظ ہو۔

4 مغربی تصور کی خامی مغرب نے عورت کو آزادی دے کر اسے استحصال کا شکار بنایا، جبکہ اسلام نے اسے نسلوں کی پرورش اور اخلاقی قیادت دی۔

5 آج کے لیے پیغام موجودہ دور میں سیرتِ نبوی ﷺ ہی وہ نمونہ ہے جو عورت کو حقیقی سکون اور تحفظ دے سکتا ہے۔

خلاصہ

عورت کے مسائل کا حل صرف قانون سازی سے نہیں بلکہ کردار سازی اور سیرتِ رسول ﷺ کے عملی نفاذ سے ممکن ہے۔ یہی راستہ عورت کی عزت، وقار اور حقیقی آزادی کا ضامن ہے۔

حوالہ جات

---

[1] الذاریات:56

[2] الاعراف:۱۹۰

[3] الروم:21

[4] النسأ:۱

[5] پروفیسر ڈاکٹر حافظ سید ضیاالدین، عورت، النور ہیلتھ وایجوکیشن ٹرسٹ، منظور کالونی، کراچی، ۱۴ اگست ۲۰۰۶، ص:۲۳

[6] سید جلال الدین عمری، اسلام میں عورت کے حقوق، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیوٹ) لمٹیڈ 13 ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

[7] روم:۲۱

[8] النساء:1

[9] النسا:۲۴

[10] ابو محمد الدین شاہ الراشدی، اسلام میں عورت کا مقام، جمیعت اہل حدیث سندھ کراچی ڈویژن، مئی 2001

[11] پروفیسر ڈاکٹر حافظ سید ضیاالدین، عورت، النور ہیلتھ وایجوکیشن ٹرسٹ، منظور کالونی، کراچی، ۱۴ اگست ۲۰۰۶، ص:۳۳

[12] ایس ایم شاہد، تعارف مذاہب عالم، نیو بک پیلس لاہور، ص:524

[13] ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، محسن انسانیت اور انسانی حقوق، دارالاشاعت، کراچی، ص:۳۴۷، ۳۴۰

[14] سید جلال الدین انصر عمری، عورت اسلامی معاشرے میں، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص:31

[15] سید سلیمان علی ندوی، سیرۃ النبی، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ص:۱۵۱

[16] ایس ایم شاہد، تعارف مذاہب عالم، نیو بک پیلس لاہور، ص:۵۲۸،۹۲

[17] ڈاکٹر گستاؤلی بان، تمدن عرب، مقبول اکیڈمی، ص:459

[18] پروفیسر ڈاکٹر حافظ سید ضیاالدین، عورت، النور ہیلتھ وایجوکیشن ٹرسٹ، منظور کالونی، کراچی، ۱۴ اگست ۲۰۰۶، ص:۳۶

[19] چوہدری غلام رسول ایم اے، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، علمی کتب خانہ لاہور، ص:393

[20]پروفیسر اقبال احمد بھٹی، مختصر واقفیت عامہ، بھٹی پبلشرز جہلم، ۱۹۸۵ء، ص:۱۱۲

[21]سید امیر علی، مترجم، محمد ھادی حسین، روح اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1992ء ص:395

[22]سید جلال الدین انصر عمری، عورت اسلامی معاشرے میں، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ص:31

[23]سید امیر علی، مترجم، محمد ھادی حسین، روح اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1992ء ص:395

[24]ایضا

[25]سید ابو الاعلیٰ مودودی۔ پردہ، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، ص:15 تا 25

[26]پروفیسر ڈاکٹر حافظ سید ضیاالدین، عورت، النور ہیلتھ وایجوکیشن ٹرسٹ، منظور کالونی، کراچی، ۱۴ اگست ۲۰۰۶، ص:۴۸

[27]ڈاکٹر محمد ثانی، تجلیات سیرت، فضلی سنز کراچی، 1996ء، ص:13 تا 212

[28]ابن بطوطہ، سفر نامہ ابن بطوبہ، بک لینڈ کراچی، ص:۳۴

[29]ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، محسن انسانیت اور انسانی حقوق، دارالاشاعت، کراچی، ص:345

[30]ایس ایم شاہد، تعارف مذاہب عالم، نیو بک پیلس لاہور، ص:۲۳۰

[31]ایس ایم شاہد، تعارف مذاہب عالم، نیو بک پیلس لاہور، ص:213

[32]رشید احمد، تاریخ مذاہب، قلات پبلیکیشنز، مستونگ کوءٹہ، ۱۹۶۴ء، ص:۳۳۱

[33]رشید احمد، تاریخ مذاہب، قلات پبلیکیشنز، مستونگ کوءٹہ، ۱۹۶۴ء، ص:۳۳۹

[34]پروفیسر ڈاکٹر حافظ سید ضیاالدین، عورت، النور ہیلتھ وایجوکیشن ٹرسٹ، منظور کالونی، کراچی، ۱۴ اگست ۲۰۰۶، ص:۶۳

[35]ایضاَ

[36]ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، محسن انسانیت اور انسانی حقوق، دارالاشاعت، کراچی، ص:299

[37]بنی اسرائیل:31

[38]الممتحنہ:۱۲

[39]الانعام:151

[40]النحل:۵۹

[41]التکویر:9

[42]النور:۴۲

[43]النساء:43

[44]شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلام میں خواتین کے حقوق، منہاج القرآن پبلیکیشنز، ستمبر ۲۰۰۶ء

[45]النساء:19،

بخاری، الصحیح، کتاب لتفسیر القرآن، باب لایحل لکم ۶۷۰:۴، رقم الحدیث:۴۳۰۳

[46]ابن کثیر، تفسیر القرانالعظیم، ۳۰۷:۴

[47]ایضاَ، 1:466

[48]سید جلال الدین عمری، اسلام میں عورت کے حقوق، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیوٹ) لمٹیڈ 13 ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

[49]التکویر:9

[50]ابو داود، کتاب الادب، باب فضل من عال یتامیٰ

[51]بخاری، الصحیح، کتاب الادب، باب رحمۃ الولد وتقبیلہ

[52]مسلم، الصحیح مسلم، ابواب البر وصلہ، باب فضل الاحسان الیٰ البنات

[53]ہدایہ، 426 تا 427

[54]سید جلال الدین عمری، اسلام میں عورت کے حقوق، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیوٹ) لمٹیڈ 13 ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

[55]ابو داود، کتاب الادب باب فضل من عال یتامیٰ ابن قدامہ، المغنی، ۳۲۹:۶

[56]شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلام میں خواتین کے حقوق، منہاج القرآن پبلیکیشنز، ستمبر ۲۰۰۶ء

[57]بخاری، الصحیح، کتاب الرضاع، باب الوصاۃ بالنساء، 5:1987، رقم:489

[58]مسلم، الصحیح، کتاب النکاح، باب حکم العزل۔ ۲:۱۱۰۸، رقم:۱۴۷۹

[59]بخاری، الصحیح، کتاب الرھن، باب رھن السلاح، 2:889، رقم:2375

[60]شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلام میں خواتین کے حقوق، منہاج القرآن پبلیکیشنز، ستمبر ۲۰۰۶ء

[61]النساء:32

[62]ابن قدامہ، المغنی، ۶:۳۲۹

[63]عبد الرزاق، المصنف، 7:46، رقم:12201

[64]ابن حزام لمحلی ۱۰:۲۱۹ تا ۲۲۸

[65]النساء:11

[66]النسأ:۱۲

[67]الانعام:141

[68]البقرہ:۲۳۲

[69]البقرہ:234

[70]شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلام میں خواتین کے حقوق، منہاج القرآن پبلیکیشنز، ستمبر ۲۰۰۶ء

[71]احمد بن حنبل، المسند۔ 2:130، رقم:6136

[72]بیہقی، السنن الکبریٰ، ۷:۱۲۱

[73]النساء:20

[74]البقرہ:۲۳۶

[75]شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، اسلام میں خواتین کے حقوق، منہاج القرآن پبلیکیشنز، ستمبر ۲۰۰۶ء

[76]البقرہ:۲۲۶

[77]بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، 385

[78]ابو داود، کتاب الصلاۃ، باب متیٰ یومر الغلام بالصلاۃ:۴۹۵

[79]ابو سعد احسان الحق، اسلام عورت اور یورپ، دارالاندلس لیک روڈ چوپرچی، لاہور، 2004

[80]سنن ترمذی، ابواب الفتن، رقم الحدیث:۲۲۶۶